130314 ـ کیا بیوی کے لیے ساس کی خدمت کرنا فرض ہے ؟

سوال

کیا عورت پر اپنی ساس کی خدمت کرنا فرض ہے یا نہیں اور اس کا حکم کیا ہے، کیونکہ ہمارے گھر میں اس سے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں، اور بعض اوقات تو میں طلاق حاصل کرنے کا سوچنے لگتا ہوں.
میں نے ایك مولانا صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: تم اپنی بیوی اور والدہ کے مابین موافقت کی کوشش کرو
یہ علم میں رہے کہ بیوی یتیم ہے اور میرے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے، میرے اس سے بچے بھی ہیں.
میری والدہ زیادہ عمر کی نہیں ہے، الحمد للہ اس کی بیٹیاں بھی ہیں جو گھر میں اس کی خدمت کر سکتی ہیں، اب بیوی اور والدہ کے مابین موافقت کرانا مشکل اور مستحیل ہو چکا ہے، تو کیا میرے لیے اپنا علیحدہ گھر بنانا جائز ہے کہ میں اپنے بہن بھائیوں کو چھوڑ کر علیحدہ رہوں، برائے مہربانی بتائیں کہ اس سلسلہ میں کیا حکم ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

" عورت کا اپنے خاوند اور سسرال والوں کی خدمت کرنا ایسا معاملہ ہے جو علاقے اور ملك کے اعتبار سے مختلف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اپنے گھروں کی خدمت کیا کرتی تھیں.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا گھر میں چکی پیستی اور آٹا گوندھ کر روٹی بھی پکاتی اور گھر کے دوسرے کام بھی کیا کرتی تھیں.

اس لیے عورت کو چاہیے کہ وہ خاوند کی بھی خدمت کرے اور گھر کے کام کاج بھی، اور اگر گھر میں ساس یا پھر نند یا خاوند کی بیٹیاں ہوں اور علاقے میں ان کی خدمت کرنا عرف میں شامل ہو تو ان کی خدمت کرنا مشروع ہے.

لیکن اگر علاقے یا خاندان یا پھر قبیلہ میں خدمت کا رواج نہ ہو یعنی بیوی خدمت نہ کرتی ہو بلکہ اس کے لیے خادمہ رکھی جاتی ہو تو پھر یہ خدمت اس پر لازم نہیں، خاوند کو چاہیے کہ اگر استطاعت رکھتا ہے تو وہ خادمہ رکھے لیکن اگر بیوی خدمت کرنا چاہتی ہو اور بغیر کسی جبر اور تنگی کے وہ خود ہی خدمت کرے تو یہ اچھی بات ہے اس سے گھر میں اس کی محبت اور عزت میں اضافہ ہوگا.

حاصل یہ ہوا کہ: علاقے اور ملك کے رواج اور عادت و عرف کے اعتبار سے یہ معاملہ مختلف ہوگا، جب مشقت و تکلیف ہو تو خاوند کو چاہیے کہ وہ اس میں کوئی اچھا اور بہتر اسلوب تلاش کرے، اور وہ جھگڑے کے وقت بیوی کو

حسب استطاعت مال دے تا کہ وہ خوش ہو کر خدمت کرے اور اس کی بہنوں اور بیٹیوں اور ماں کی خدمت بجا لائے.

حسن کلام اور بہتر اسلوب اور مالی تعاون مشکلات کے خاتمہ اور عرف کی عادت کو بھی تبدیل کر دیتا ہے اس طرح وہ گھر کے کام کاج خوشی سے کرنے لگےگی.

اللہ سبحانہ و تعالی ہی توفیق دینے والا ہے.

اور اگر وہ اپنی والدہ کو چھوڑ کر اپنے علیحدہ گھر میں رہ سکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر والدہ انکار کرے اور وہ اسے علیحدہ گھر میں رہنے سے روکے کیونکہ وہ خدمت کی محتاج ہو یا کسی اور سبب کی بنا پر تو پھر نہیں جانا چاہیے.

کیونکہ والدہ کی رضامندی اور اس کی اطاعت اہم ہے، اور گھر میں اس کے دوسرے بھائی ہو سکتا ہے وہ اس کے قائم مقام نہ بن سکتے ہوں اور وہ والدہ کی خدمت نہ کرتے ہوں، اور اس کی جگہ پر نہ کرتے ہوں.

اس لیے اسے اپنی والدہ کا خیال کرنا چاہیے اور اس سے مشورہ کرے، اگر تو وہ اجازت دے تو پھر علیحدہ اور مستقل گھر میں رہنے میں کوئی حرج نہیں.

لیکن اگر والدہ کو اس بیٹے کی ضرورت ہو، یا پھر کوئی اور سبب اسے علیحدہ گھر میں رہنے کی اجازت نہ دیتا ہو تو بیٹے کو نہیں جانا چاہیے، بلکہ وہ صبر و تحمل سے کام لیتا ہوا والدہ اور بیوی کے مابین موافقت پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور بیوی کو حسب استطاعت تحفہ اور ہدیہ اور مال دے کر راضی کرے تا کہ مطلوبہ طریقہ سے معاملات چلتے رہیں، اور نہ تو وہ بیوی کو کھوئے اور نہ ہی والدہ کی ناراضگی مول لے.

اللہ سبحانہ و تعالی ہی مددگار ہے " انتہی

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ.